سدرشن کے افسانوں میں وحدت الوجود اور الوہی تصور

روبینہ ارشد
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ عائشہ صدیقہ ڈگری کالج (خواتین) نکلسن روڈ، لاہور

UNITY OF EXISTENCE AND GOD'S CONCEPTION
IN SHORT STORIES OF SUDARSHAN

Rubina Arshad
Associate Professor of Urdu
Govt. Ayesha Siddiqa Degree College (W)
Nicholson Road, Lahore

Abstract

Pandit Sudarshan is a big name of Urdu short story writing. Problems of rural and urban life, domestic affairs, confusions of individual life, environmental complexity and class division are the main topics of his fiction. He bravely unveils the cruelty that results from the lust and luxury of the rich and capitalists. He shows the horrible face of the evil rich people, which makes humanity tremble. His collections "Chutkiyan", "Chandan" and "Chashma-o-Chirag" are a testament to this fact. The article covers the traces of Unity of Existence and God's Conception in Sudarshan's short stories.

Keywords:

اُردو، ادب، افسانہ، نثر، پنڈت سدرشن، انور سدید، سیالکوٹ، الہ آباد

اُردو ادب کے مایۂ ناز افسانہ نگار، صاحبِ طرز نثر نگار، فطرت شناس، ادیب مہاشہ بدری ناتھ شرما کا قلمی نام سدرشن تھا۔ پنڈت سدرشن ۱۸۹۶ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ایک بہن اور چار بھائیوں میں ان کا دوسرا نمبر تھا۔ ان کے آباؤاجداد کا پیشہ زمین داری اور کاشت کاری تھا۔ ۱۲سال کی عمر میں ان کے والدین کا انتقال ہوگیا۔ والدین کے انتقال کے بعد ان کی زندگی میں درد و غم اور سنجیدگی کی کیفیات پیدا ہوگئیں۔ ان کی طبیعت میں بے زاری، تنہا پسندی اور اکتاہٹ کے جذبات پیدا ہوگئے۔ نامساعد حالات اور واقعات کی بناپر زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ خاندان کے دیگر افراد سے طبعی اور مزاجی عدم مطابقت کی بِنا پر ان کی طبیعت میں غور و فکر، تحمل، احساسِ خود شناسی اور ماحول کی نامناسبت کی بدولت مزاج میں حساسیت، جذباتیت اور شعوری انفرادیت ان کی فطرتِ ثانیہ کا روپ اختیار کر گئی۔ اسی ذہنی کیفیت کی تبدیلی نے ان کے فہم وادراک کو متاثر کیا۔ غور و فکر اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت میں اِنفرادی رنگ پیدا ہوگیا۔ پنڈت سدرشن گریجوایشن کرنے کے بعد تلاشِ معاش کی فکر میں لاہور آئے۔

"پنڈت سدرشن سیالکوٹ کی رہنے والے تھے، بعد میں بمبئی میں سکونت اختیار کر لی، "چندن"، "سدا بہار پھول"، "بنگال بتیسی"، "اندھے کی دنیا"، "قدرت کے کھیل"، "کنجِ عافیت"، ان کے افسانوں کے چند مجموعے ہیں۔"(۱)

پنڈت سدرشن کی ادبی خدمات کا آغاز

مختصر افسانے اور کہانیاں ابتدائی عمر سے ہی لکھنے لگے تھے۔ قیامِ لاہور کے دور میں متعدد کہانیاں اور افسانے لکھے جو اس زمانے کے مشہور رسالے "ہزار داستاں" میں شایع ہوئے۔ کہانیاں لکھنے کا سلسلہ کچھ عرصے جاری رہا۔ ادبی شوق کی تکمیل انھیں گورداس پور لے گئی۔ گورداس پور میں قیام کے دوران ان کی شادی ہوگئی۔ اس وقت ان کی عمر اکیس سال تھی۔ ازدواجی زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کے پیشِ نظر اور مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے انھوں نے گورداس پور کے قیام کے دوران ہی ایک اُردو اخبار نکالا۔ اس اخبار نے مختصر مدت میں شُہرت اور مقبولیت حاصل کرلی۔ پنڈت سدرشن کو اخبار سے معقول آمدنی حاصل ہونے لگی۔ مخالفین کی سازشوں کے باوجود اخبار کی مقبولیت میں کمی نہ آئی۔ ان کی کہانی "ہار کی جیت" ۱۹۲۰ء میں الہ آباد سے شایع ہونے والے رسالے "سرسوتی" میں شایع ہوئی، جس کی وجہ سے پنڈت سدرشن کی مقبولیت اور ادبی حیثیت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ۱۹۲۲ء میں انھوں نے بنارس میں سرسوتی پریس قائم کیا۔ ۱۹۳۰ء میں بنارس سے ہی ایک ادبی رسالہ "ہنس" جاری کیا۔ ۱۹۳۰ء میں دوبارہ لاہور آگئے اور "سدرشن پبلشنگ ہاؤس" قائم کیا اور اپنی پہلی کتاب "طائرِ خیال" شایع کی۔ یہ کتاب ان کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ تھی۔ ان کے ان تیرہ افسانوں کو تاج کمپنی بھنڈار، لاہور

نے بھی شایع کیا۔ ۱۹۳۱ء میں پنڈت سدرشن نے "سدرشن پبلشنگ ہاؤس" سے ہی ایک اور افسانوں کا مجموعہ "چندن" شایع کیا جسے تاج کمپنی والوں نے بھی چھاپا لیکن ان تھک محنت اور لگن کے باوجود ان کو زوال آنے لگا۔ ۱۹۳۸ء میں پنڈت سدرشن کلکتہ چلے گئے۔اس دور میں انڈین فلم انڈسٹری ایک نئے دور میں داخل ہو رہی تھی۔ سدرشن نے کلکتہ میں قیام کے دوران ہی انڈین فلم انڈسٹری سے رابطہ قائم کیا اس طرح ان کی فِلمی زندگی کا آغاز ہوا۔انھوں نے متعدد فلموں کے لیے کہانیاں اور گیت لکھے۔ کلکتہ کے قیام کے دوران ہی مختلف کتابوں کے ترجمے کیے۔ان کے مالی وسائل میں اضافہ ہو گیا اور مالی حالات بہتر ہونے لگے۔ اگرچہ انھوں نے فلم انڈسٹری کے لیے کہانیاں اور گیت لکھے جو بہت مقبول بھی ہوئے لیکن یہ فِلمی لگاؤ ان کی طبیعت کے مطابق نہ تھا۔ لہٰذا فلم انڈسٹری کے لیے کہانیوں اور گیتوں کے سلسلے کو ختم کر دیا البتہ اسی دوران "محبت کا انتقام" کے نام سے ایک دِل چسپ ڈراما لکھا۔ اس ڈرامے کو خاص وعام میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ ڈراما اس قدر پسند کیا گیا کہ اس وقت کی حکومت نے پنڈت سدرشن کو پانچ سو روپے نقد انعام دیا۔

> "پریم چند کی طرح ان کے دوسروں ہم عصروں پر بھی سیاسی احساس کا گہرا اثر پڑا اور اب کسی لکھنے والے کے لیے بھی یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ سیاست سے اپنا دامن بچا سکے۔ چنانچہ سدرشن کے افسانوں میں جا بجا اس درد کی کسک ہے، یہی زمانہ ہے جب نئے لکھنے والوں کی ایک پود آہستہ آہستہ زمانے کے گرم و سرد سے آشنا ہو رہی تھی۔ اس پود کے کچھ لکھنے والوں نے روایت سے اس طرح دامن کشی کی کہ طبع زاد افسانے لکھنے کی جگہ اردو کو دوسری زبانوں کے ترجموں سے آشنا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔"(۲)

۱۹۴۵ء تک پنڈت سدرشن افسانے اور کہانیاں لکھنے میں مصروف رہے لیکن دوستوں اور عزیز و اقارب کے کہنے پر دوبارہ فِلمی دنیا کا رخ کیا۔ چناں چہ انھوں نے اس دور کی معروف فلم کمپنی "منروا" میں مستقل ملازمت اختیار کر لی اور اس دور میں کئی کہانیاں مکالمے اور گیت تحریر کیے۔ ۱۹۴۷ء میں وہ بمبئی چلے گئے اور اپنے بیٹے شاش بھوشن کے ساتھ سکونت اختیار کر لی۔ انھوں نے افسانوں کہانیوں اور قصوں میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل کی وہ کسی اور افسانہ نگار کو حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۷ء کو بمبئی میں آں جہانی ہوئے۔اس طرح ایک عہد ساز اور منفرد ادبی مقام کے حامل افسانہ نگار کی زندگی کا اختتام ہوا۔

سدرشن کے افسانے اور ان کی مختلف جہتیں

پنڈت سدرشن نے ۱۹۱۱ء میں ہندی کہانیوں کا پہلا مجموعہ تحریر کیا جو سرسوتی پراگ رسالے میں شایع ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں ان کی انقلابی کہانیوں کا مجموعہ "صبح بخیر" لاہور سے شایع ہوا۔ سدرشن آریہ

سماج تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔ اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت ان کی تحریروں کا بنیادی مقصد تھا۔ انھوں نے معاشرتی اصلاح کے لیے قلم اٹھایا۔ وہ مذہبی تعلیمات میں فلسفیانہ اصول وضوابط اپنانے کے قائل تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ بداعمالیوں سے نجات زندگی کا مقصد ہے۔ان کی تحریروں کا ہدف یہ تھا کہ عوام کو برائی سے بچایا جائے۔ دنیاوی خوشی ابدی نہیں ہوتی۔ نیک اعمال اور بے لوث خدمت میں دل لگانے سے ہی ابدی راحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں اخلاقیات کو بہت فروغ دیا۔ وہ ایمان دار، صاف گو اور مفکر مزاج انسان تھے تکبّر اور حسد سے انھیں نفرت تھی۔ان کے خیال کے مطابق اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت ہی قاری کے لیے دل چسپی کا سبب تھی۔

سدرشن نے کہانیوں،افسانوں اور قصوں کے علاوہ ڈرامے بھی تحریر کیے۔ پہلا ڈراما ۱۹۲۴ء میں "انجانا" کے نام سے تحریر کیا جو بمبئی سے شایع ہوا۔ پنجاب حکومت نے انھیں سات سو پچاس روپے انعام دیا۔ ۱۹۲۶ء میں "پراگ" سے ان کی کہانیاں "کتب سدرشن"، "تبدیلی" اور ۱۹۲۷ء میں "سمن" ۱۹۳۸ء میں "چار طلبا"، ۱۹۲۹ء میں "ناگن" اور ۱۹۳۷ء میں منظر نگاری اور تخیل آمیزی کی بہترین مثال ایک تصویری مجموعہ شایع ہوا۔ انھوں نے درسی کتب بھی ترتیب دیں۔ اِن کے نغموں کا مجموعہ جھنکار، ۱۹۳۶ء میں شایع ہوا۔ دوسرا مجموعہ "دل کے تار" کے نام سے ۱۹۴۷ء میں شایع ہوا۔ "پارس"، "سات کہانیاں" اور "رستم وسہراب" ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ بچوں کے ادب کے حوالے سے ان کی کہانیاں جو مختلف درسی کتابوں میں شایع ہوئیں بہت مشہور ہوئیں۔ بچوں کی نفسیات کو ان کتابوں کا موضوع بنایا۔ایک عرصہ تک ان کی کتابیں بمبئی کے اسکولوں میں شاملِ نصاب رہیں۔ان کتابوں کو آسان اندازِ تحریر، سادہ طرزِ بیان اور موثر موضوعات ومضامین کے لحاظ سے طلبا وطالبات کے لیے مفید قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ سماجی تبدیلی کو ہندو غلبے کے زیرِ اثر تکمیل پذیر دیکھنا چاہتے تھے تاہم وہ معاشرتی اقدار کو اخلاقی اور انسانی اصول وضوابط میں پیش کرکے معاشرتی تعصب کو کم کر دیا کرتے تھے۔ ان کی تحریریں انسانی اقدار واحترام، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی اصول وضوابط کے حوالے سے اردو ادب میں بے مثال مقبولیت اور شہرت کی حامل ہیں۔

> "موجودہ زمانہ میں سدرشن بھی بہت اچھا لکھنے والوں میں سے ہیں، پہلے لاہور میں رہتے تھے، وہ متعدد ہندی، اردو رسالوں کے ایڈیٹر رہے، منشی پریم چند کی بہت سی خصوصیات ان میں موجود ہیں لیکن ان سے کم درجے پر ہیں۔ سدرشن بے شمار کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں جو پنجاب میں عام طور پر مقبول ہیں۔ 'محبت کا انتقام'

پہلے ہندی میں لکھا تھا پھر اردو میں ترجمہ کیا اس پر پنجاب حکومت نے پانچ سو روپے انعام دیا۔ کچھ دنوں "چندن" نام سے اردو رسالہ بھی نکالتے رہے لوگ اُس کو بہت شوق سے پڑھتے تھے۔ چند سال سے سدرشن کلکتے میں جا رہے ہیں اور ڈراما نویسی کا کام کر رہے ہیں۔"(۳)

سدرشن بہ طور منفرد افسانہ نگار

ادبی خدمات اندازِ بیاں اور دل چسپ موضوعات کے اعتبار سے سدرشن اردو ادب کے منفرد افسانہ نگار ہیں۔ انھوں نے دیہی اور شہری زندگی کے مسائل، حالات اور واقعات کو افسانوں کا موضوع بنایا۔ سیاسی اور رومانی ماحول کی ترجمانی کی بجائے معاشرتی زندگی، گھریلو مسائل اور انفرادی زندگی کی الجھنوں اور آزمائشوں کی محاکاتی انداز بیان کی صورت میں اپنے افسانوں اور کہانیوں میں تصویر کشی کی۔ ان کے مختلف کرداروں کی آپ بیتی در حقیقت اجتماعی رنگ میں جگ بیتی کی حیثیت حاصل کر گئی۔ ماحولیاتی پیچیدگیوں، امیر و غریب کے مسائل اور طبقاتی تقسیم کی وجہ سے باہمی چپقلش، معاشرتی تصادم، بنی نوع انسان کے رنج والم، آزمائشوں اور ابتلاؤں کا مجموعی تذکرہ قاری کی توجہ کو جکڑ لیتا ہے۔ ان کے افسانوں کا انفرادی اور پر کشش اندازِ بیان انھیں دیگر افسانہ نگاروں میں منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ ان کے افسانے معیار اور اسلوب بیان کے اعتبار سے اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں کی تحریروں اور کہانیوں میں ممیز و ممتاز مقام کے حامل ہیں۔

"سدرشن کے کردار طے شدہ نفسیات کے حامل نہیں ہیں، ارد گرد تبدیل ہوتا ہوا ماحول ان کی شخصیت سازی کرتا ہے۔"(۴)

اگرچہ پنڈت سدرشن اور پریم چند کے افسانوں میں کسی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، تاہم سدرشن کے افسانوں کا مجموعی تاثر فنی اور فکری خصوصیات اور خوبیوں کے اعتبار سے اردو ادب میں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ سدرشن نے معاشرتی خامیوں اور مسائل کو اپنی تحریروں میں نمایاں حیثیت دی۔ ذات پات کے نامنصفانہ رجحان، سماجی ناانصافیوں کا بیان اور طبقاتی تقسیم کی تصویر کشی افسانوں کی وحدتِ تاثیر میں پر کشش رجحان دل چسپی اور دل کشی کا رنگ اجاگر کرتی ہے۔ انھوں نے پریم چند اور نیاز فتح پوری کی طرح ترقی پسند تحریک کے لیے اپنی خدمات وقف کر دیں، ترقی پسند تحریک کو جلا بخشی۔ انھوں نے معاشرتی الجھنوں اور معاشی بندھنوں میں جکڑی سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کی جان کاہ اور دردناک تصویر کشی کی۔ غریبوں، مزدوروں اور معاشرتی و معاشی مسائل کا شکار مجبور بے بس انسانوں کے رنج والم و درد و غم کو مؤثر انداز میں بیان کیا کہ انھیں مصوّر درد و غم اور غریبوں و بے بس مجبور

انسانیت کا ترجمان کہا جانے لگا۔ انھوں نے دولت مندوں، سرمایہ داروں اور امیروں کی مالی ہوس ناکی اور عیش پسندی کے نتیجے میں اُبھرنے والی بے رحمی کا پردہ چاک کیا اور معاشرتی مفاد پرستوں اور فساد انگیزوں کا وہ بھیانک چہرہ دکھایا جس کو دیکھ کر انسانیت لرز اٹھتی ہے۔ ان کے وہ افسانے جو "چٹکیاں"، "چندن "اور" چشم وچراغ" میں چھپے، اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پنڈت سدرشن اور فلمی ادب

سدرشن نے عصری اور ماحولیاتی تقاضوں کے پیشِ نظر فلمی ادب کی اصلاح کی۔ معاشرتی اور معاشی ماحولیاتی تقاضوں کے مطابق ان مسائل اور حقائق کو بیان کیا جن سے اس دور کا ہر فرد متاثر ہو رہا تھا اور حقوق کے حصول اور مسائل کے حل کے لیے مضطرب دکھائی دیتا تھا۔ اگرچہ ان کے معاصرین، ادیب اور افسانہ نگار بھی فلمی دنیا اور فلمی ادب سے منسلک تھے لیکن ان کی فلمی وادبی تحریریں ادب اور تہذیب کے فطری تقاضوں کو کماحقہ پورا کرنے میں کسی قدر ناکام دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی تحریریں معاصرانہ معاشرتی مسائل کو حل کرنے کی بجائے عدم توازن، غیر معیاری ادبی رجحان کی غیر مقبول روایت کی پیروی کی نشان دہی کرتی نظر آتی ہیں۔ ادبی اور اخلاقی اقدار اور روایات کو نظر انداز کیا جانا اُس دور کے ادیب کا ایک پہلو رہا ہے۔ سدرشن نے فِلمی ادب کو تہذیب اور شائستگی کے دل آویز معیار عطا کیے۔ انھوں نے دل کش اور دل چسپ انداز بیان کی بدولت افسانوی اور فلمی ادب کو مقبولیت اور پسندیدگی کے اعلیٰ معیار پر پہنچادیا۔

> "جنوبی ہند کے فلمسازوں اور ہدایتکاروں نے بمبئی کی ہندی فلموں کے فنکاروں کی ہر قدم پر حوصلہ افزائی کی ہے اور انھیں ان کی محنت کا معقول معاوضہ بھی دیا ہے، ہندی اور اردو کے فلمی ادیبوں اور شاعروں نے جنوبی ہند میں جا کر اپنے فن کی دھاک جمائی ہے۔ ان میں پنڈت سدرشن، ارجن دیو رشک، پی ایل سنتوشی، قادر خان، آنند بخشی کے نام سر فہرست رکھے جاسکتے ہیں۔"(۵)

سدرشن نے فلمی ادب کے حوالے سے کرداروں اور مکالموں کے علاوہ پسِ منظری ماحول سے متعلق نغموں اور گیتوں میں کہانی کے مطابق رومانوی اور جذباتی تاثر کا ایسا سحر انگیز اثر پیدا کیا جو نہ صرف بیان کردہ کہانی کے بنیادی مقاصد اور مطلوبہ رُجحان کو اجاگر کرتا ہے بل کہ وہ کرداروں اور ناظرین کے جذبات میں ایک گونا گوں مطابقت اور یکسانیت کا جذباتی اور روحانی رنگ بھی ابھارتا ہے۔ یہ تاثیری رنگ فلمی منظر اور کردار کے ظاہری عمل کا منطقی تقاضا ہے۔ انھوں نے متعدد فلموں کے لیے نغمے اور گیت تحریر کیے اور فِلمی ادب کو اپنی ادبی اور افسانوی فراست سے بامِ عروج تک پہنچادیا۔ فلموں کے لیے لکھی گئی متعدد کہانیاں سبق آموزی، عبرت ناکی اور اخلاقی اقدار کی ترویج کا ایسا نادر نمونہ ہیں کہ انڈین فلم انڈسٹری

کو فلمی دنیا میں شہرت دوام اور مقبولیت عام کا درجہ حاصل ہوا۔ پنڈت سدرشن نے ۱۹۳۴ء میں پہلی فلم رامائن جو لکشمی پکچرز کے حوالے سے بنائی گئی، کثیرُالجہت موضوعات اور دل کش ادائیگی کی بدولت مقبولیت اور شہرت کی بلندی پر متمکن ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں دھوپ چھاؤں جو نیو تھیٹر کمپنی کی وساطت سے منظر عام پر آئی، اس کے نغمے اور دھنیں بھی سدرشن نے ترتیب دیں اور اعلیٰ درجے کے موسیقار کا رُتبہ حاصل کیا۔ اس فلم میں معاشرتی اور معاشی مسائل کو انتہائی مؤثر انداز میں پردۂ سیماب پر دکھایا گیا۔

۱۹۳۸ء میں پنڈت سدرشن نے "دھرتی ماتا" کے نام سے فلم کی کہانی اور گیت ترتیب دیے۔ انھوں نے یہ فلم کلکتہ کے قیام کے دوران بنائی اور ایک کام یاب فلم کار کی حیثیت سے خاص وعام میں مقبولیت حاصل کرنے میں کام یاب ہوئے۔ کلکتہ سے بمبئی آنے کے بعد فلم "سکندر کی کہانی" ترتیب دی۔ مکالموں نے فلم کی ادائیگی اور مقبولیت کو چار چاند لگا دیے۔ فلمی دنیا کے حوالے سے پے در پے کام یابیوں کی بدولت سدرشن کی قسمت کا ستارہ بامِ فلک پر چمکنے لگا۔ انھوں نے کئی اور فلموں کے لیے کہانیاں لکھیں جن میں فلم "پھر ملیں گے"، "پتھروں کے سوداگر" اور "جل ترنگ" شامل ہیں۔ اِن فلموں کے لیے لکھے گئے نغموں، گیتوں اور کہانیوں کی بدولت انھیں فلمی دنیا کا سرپرستِ اعلیٰ سمجھا جانے لگا۔

۱۹۴۰ء میں سدرشن نے "کم کم داڈانسر" کے نام سے فلم کی کہانی لکھی۔ "دیوانی" فلم کے لیے نغمے لکھے۔ ۱۹۴۱ء میں "پڑوسی" ۱۹۵۱ء میں "ایک تھا راجہ" اور ۱۹۵۲ء میں "رانی" فلم کے لیے کہانیاں اور نغمے ترتیب دیے جن کو بے حد پسند کیا گیا۔ ایک عرصے تک وہ فلمی دنیا کے بے تاج بادشاہ تصور کیے گئے اور ان کا نام فلم کے پردۂ سیماب پر جگ مگاتا رہا۔ منشی پریم چند کی فلم "قلی مزدور" جو ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آئی اور بہت مقبول ہوئی، لیکن پریم چند نے اس فلم کے بعد فلمی دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ پریم چند کے جانے کے بعد فلمی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ سدرشن نے اس خلا کو پُر کیا اور فلمی شعبے کے لیے اپنی خِدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ انھوں نے لاتعداد فلمیں اور گانے تخلیق کیے۔ حالات کے مطابق افسانہ نگاری کی طرح ڈالی۔ ہم عصر افسانہ نگاروں کی پیروی میں افسانوں میں سیاسی، مذہبی، معاشرتی و معاشی مسائل اور ان کے حل کا مؤثر تجزیہ بیان کیا۔ افسانوں میں بے بس اور مجبور انسان کی فِطری کسک اور درد کو بیان کیا۔ دیہی اور شہری معاشرتی زندگی کے مسائل اور اُلجھنوں کو منطقی فکر اور شعُوری رُجحان کے پیشِ نظر قارئین کے سامنے پیش کیا۔ ان کے محاکاتی اندازِ بیاں کے مطابق قارئین دیہی اور شہری معاشرے کے تمام کرداروں جن میں تعلیم یافتہ، ان پڑھ ملازم، صنعت کار، تاجر، دوکان دار، امیروں اور غریبوں کے باہمی تعلقات، زندگی کے واقعات کے تصادم اور ٹکراؤ، چپقلش، افسانہ نگاری کی حیثیت سے شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔ فِطرت شناس افسانہ نگار کی کام یاب عمل داری کی بدولت مہاتما گاندھی نے انھیں ہندی زبان میں افسانے لکھنے کا مشورہ دیا، لیکن پنڈت سدرشن نے اردو زبان میں افسانہ نگاری کا سلسلہ

جاری رکھا۔انھوں نے فلمی دنیا کو خیر باد کہہ دیااور افسانہ نگاری کے میدان میں یکتائے روزگار فن کار کی حیثیت سے شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔اپنے عہد کے معاشرتی اور معاشی مسائل،انسانی جذبات اور فطرت کے تقاضوں،معاشرتی عدم توازن اور معاشی عدم مساوات کی بدولت پیدا شدہ غیر مساویانہ سماجی ماحول کی تصویر کشی کرتے ہوئے خیر سگالی اور متوازن زندگی کی فضا قائم کرنے کے لیے اپنی کوششیں صرف کر دیں۔

"(یہ)دنیا کا سب سے قدیم فن ہے۔جس زمانے میں مصوری،بت تراشی اور دیگر فنون لطیفہ تصور بلکہ خیال میں بھی دور تھے،افسانہ دنیا سے روشناس ہو چکا تھااور اپنے منتہائے پیدائش کو بوجوہ احسن پورا کر رہا تھا۔یونانی نقطہء نظر سے یہ فن شاعری اور موسیقی سے بھی زیادہ قدیم ہے اس کی جہانگیری کا یہ حال ہے کہ کائنات کے کسی گوشے میں ایسی قوم کا پتہ نہیں چلتا جس کے کان قصوں سے ناآشنا ہوں۔"(٦)

قدیم اور جدید روایات کا امتزاج

ہم عصر افسانہ نگاروں میں سدرشن کو اسلوب نگارش مضامین اور موضُوعات کے اندازِ بیان اور معنی آفرینی کے علاوہ الفاظ کے انتخاب،موضوع کی انفرادیت اور مقاصد کے اعتبار سے منفرد اور اعلیٰ ادبی مقام حاصل ہے۔ ان کے افسانے پلاٹ کی موزونیت، واقعات وحالات کے اظہار، قصوں اور کہانیوں کے متوازن اندازِ بیاں،کردار نگاری اور مکالمہ آرائی کی بِنا پر اردو ادب میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ان کے افسانوں میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کے افسانوں کو فنی اور فکری پہلوؤں کی پُرکشش اور پُرتاثیر وحدت کی بدولت بدرجہِ کمال فوقیت اور مقبولیت حاصل ہو گئی اور اردو ادب میں عظیم المرتبت مقام پر فائز ہوئے۔ان کے افسانوں کی سادگی،سلاست روانی، شائستگی، شگفتگی اور محاکاتی اندازِ بیاں،منظر کشی، جذبات کی ترجمانی اور احساسات کی عکاسی، مقاصد اور معاشی جذبات کی ترجمانی اور معاشی مسائل کی حقیقت پسندانہ تصویر کشی،ان کے قارئین کے لیے افسانوں میں دِل چسپی اور دِل کشی برقرار رکھتی ہے۔ان کی تحریروں میں تسکین،جاذبیت،اثر اور مطمح نظر کی ترسیل قاری کی توجہ مبذول کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔پنڈت سدرشن نے برصغیر کی علاقائی، تہذیبی اور تمدنی روایت کے پیشِ نظر کہانیاں اور قصے تحریر کیے اور ایک منفرد روایت تشکیل دی اور اسے قائم رکھا۔ اگرچہ مغربی ادب کے زیرِاثر اردو ادب میں کہانیوں اور افسانوں کے رجحانات پائے جاتے ہیں، تاہم برِصغیر کے کم وبیش تمام افسانہ نگاروں نے مغربی اور مشرقی ادبی رجحانات سے استفادہ کیا۔سدرشن نے قدیم وجدید ادبی روایات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اردو افسانے کی روایت کو پروان چڑھایا۔پُراسرار احساسِ تحیّر افسانوی ادب کے نتائج اخذ کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جذبہ تجسّس اور احساسِ تحیّر قصوں اور

کہانیوں کی وحدت، تاثیر، موضوع کو مؤثر اور دل کش انداز میں قاری تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سدرشن کے افسانوں میں دِل پذیری بہ درجہ اتم موجود ہے۔ ان کی تحریروں میں الفاظ، تراکیب، صنائع بدائع، ضرب الامثال، محاورات اور حکایات کا برجستہ استعمال افسانوی ادب کے حوالے سے منفرد اور نادر مثال کا حامل ہے۔ الغرض ان کی تحریریں، کہانیاں، قصے اور افسانے جامع فنی خصوصیات کے حوالے سے عمدہ ادب پارے ہیں۔

> "سدرشن کے افسانے اس ماحول کے مصّور ہیں جس پر ان کی گہری نظر ہے اور صرف اس مقصد کے ترجمان ہیں جس سے انھیں پورا جذباتی لگاؤ ہے، زندگی سے اس قُرب کے ساتھ فن کا احساس بھی ان کے یہاں تیز تر ہے۔"(۷)

سماجی رویوں کا محاکاتی تجزیہ

افسانوی ادب میں جذبات، احساسات اور نفسیاتی کیفیت کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ سدرشن نے اپنے دور کے افسانوی ادب کی روایات کا خاص خیال رکھا۔ انسانی جذبات واحساسات اور نفسیاتی کیفیات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ دیہی وشہری، معاشرتی ومعاشی زندگی کو بھی اپنے افسانوں اور قصوں کہانیوں کا موضوع بنایا، گھریلو زندگی کی تصویر کشی کی، امیروں اور غریبوں کے مسائل کو بیان کیا۔ انھوں نے افسانوں میں سبق آموزی اور عبرت ناکی کا ایسا دل دوز رنگ ابھارا کہ قاری پڑھے بغیر اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سماجی ناانصافیوں کا بیان، معاشرتی اور معاشی ظلم وناانصافی کے تذکرے، عدل وانصاف کے قیام کے لیے کوشش، احترام انسانیت، مساوات، بنیادی حقوق کے حصول کے لیے آواز بلند کرنا، معاشرتی، تہذیبی اور معاشی واخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہونے کی تلقین، سدرشن کے افسانوں کے اہم مقاصد ہیں۔ تہذیبی عناصر اور معاشی توازن کو معاشرے میں استوار کرنے کا مشورہ، سماجی رویّوں کا محاکاتی تجزیہ، معاشی، معاشرتی اور ادبی مقاصد کو عصری تقاضوں کے حوالے سے بیان کرنا، ان کے افسانوں کی دل کشی اور دل چسپی کا راز ہے۔ اندازِ بیان کی جاذبیت کی بدولت عوامی مسائل کے ترجمان اور واقعات اور موضوع کی تفصیلات وتشریحات کے بیان کو افسانے کا پلاٹ کہا جاتا ہے۔ کرداروں کے ذریعہ واقعات کے بیان کی عملی تفسیر، مکالمانہ انداز موضوع اور مقاصد کی تفصیل کو پلاٹ کا لازمی جزو قرار دیا جاتا ہے۔ کرداروں کی نفسیاتی کیفیت، موضوع کا بیان، معاشرت اور ماحول کی تصویر کشی، معاشی مسئلے کا بیان، دیہی اور شہری زندگی کا محاکاتی بیان، الفاظ، محاورات، تشبیہات اور استعارات کا برمحل اور مؤثر استعمال پلاٹ کی تکمیل اور تعمیر کے لیے ضروری ہے۔ الفاظ اور جملوں کی مجموعی ترتیب، واقعات کا پُراثر بیان، تہذیب، ثقافت اور تمدن کی عکاسی، دل کش اور دل چسپ انداز میں جامع اور اثر انگیز بیاں، پلاٹ کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ سدرشن کے افسانوں اور کہانیوں کے پلاٹ نہ صرف پُرتاثیر، معنی خیز،

منطقی اور نفسیاتی واقعات اور حالات کے عناصر سے بھرپور ہیں بل کہ ان کے پلاٹ زندہ جاوید کرداروں، معاشرتی عوامل اور جان دار مکالموں سے مزیّن ہیں۔ محاکاتی اندازبیان، مناسب اور موزوں الفاظ، محاورات، تشبیہات اور استعارات کا بر محل اور مؤثر استعمال ان کے افسانوں اور قصوں کو چار چاند لگادیتا ہے۔ انھوں نے ماحول، معاشرت، تہذیب، ثقافت اور تمدّن کی مختلف تصاویر کو جامع اوراثر انگیز انداز سے قاری کے سامنے پیش کیا۔ وحدتِ تاثیر کی بدولت افسانوں کی مطالعاتی دل چسپی کو برقرار رکھا۔ وہ اپنے افسانوں میں لفظی ترتیب وبندش، جملوں کی برملا اور برجستہ نشست وبرخاست سے افسانوی ادب میں منفرد حیثیت سے ابھرتے ہیں۔ انسانی فطرت اور نفسیات کی ترجمانی، معاشرتی یکسانیت، عدل وانصاف کا منطق، حقیقی اور مؤثر بیان، اصلاح احوال کی کوشش سدرشن کی تحریروں کی منفرد علامات ہیں۔ معاشرتی طبقاتی تقسیم، معاشرتی پس ماندگی، ذات پات کی تقسیم کے خلاف جہاد، عام انسانوں کی زندگی کے مسائل کا بیان، خلوص ومحبت اور صداقتوں کی خوشبو سے مہکتا ہوا اندازِ بیاں انھیں ہم عصر افسانہ نگاروں میں ممیز وممتاز کردیتا ہے۔

معاشرتی عدل وانصاف اور مساوات

سدرشن نے فرد اور معاشرے کے تعلق کو خیر سگالی اور معاشرتی اقدار کی روشنی میں متوازن اور متناسب رکھنے کی کوشش کی۔ معاشرتی اقدار کی پاس داری، عدل وانصاف کے حصول اور سماجی انصاف کے تمام مراحل کو ہر فرد کے لیے سازگار بنانے پر زور دیا۔ انھوں نے افسانوی ادب کی بنیاد اس فکر پر رکھی کہ ہر معاشرہ عدل وانصاف کا گہوارہ بن جائے۔

سدرشن نے افسانوی ادب میں ایک ایسے معاشرے کے خدوخال نمایاں طور پر پیش کیے، جہاں امیر وغریب کا فرق نہ ہو، جہاں کاشت کار اور مزارع بھائی چارے کے قانون کے تحت زندگی بسر کریں، جہاں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نہ ہو، جہاں امیر عیش وآرام کی زندگی بسر کرنے کی بجائے غریبوں کی بے بسی اور بے کسی پر ترس کھاتے ہوئے ان کی ہر طرح مدد کریں، جہاں مصنوعی بُود وباش کی نمائش نہ ہو، جہاں دولت اور مادہ پرستی کا خاتمہ ہو جائے، جہاں فرد کے بنیادی حقوق منصفانہ طریقے سے پورے کیے جائیں، جہاں افراد میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہ ہو، جہاں اونچ نیچ، ذات پات کا فرق نہ ہو، جہاں سب افراد ایک مالک حقیقی کو ماننے والے، پرماتما کا سمرن کرنے والے اور اسی کو اپنا آقا مالک اور پتا ماننے والے ہوں۔ تمام افراد آپس میں بھائی بھائی ہوں اور پرماتما کے پوتر پتّر ہوں، ہر دم اسی پرماتما کے گیت گائیں اور اپنی اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاشرتی قواعد وضوابط عدل وانصاف اور احترام انسانیت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے پرماتما کے احکامات کے مطابق عدل وانصاف، سماجی انصاف اور اخلاقی اقدار کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔

سدرشن نے اپنے عہد کے معاشرتی انتشار اور سماجی ناانصافیوں کا ناقدانہ جائزہ لیا۔انھوں نے اس عہد میں ابھرنے والے ایسے محرکات کا بغور مطالعہ کیا جنھوں نے معاشرے پر تباہ کن اثرات مرتب کیے۔وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ معاشرتی ماحول پر اقتصادی اور سماجی تصورات اثر انداز ہوتے ہیں۔ سماجی ناانصافیوں کی بنا پر معاشرتی طبقات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔معاشرتی طبقاتی تقسیم کی وجہ سے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ،غربت ،افلاس ،ذات پات اور اونچ نیچ جیسے پسماندگی کا شکار ذلت ، تنگ دستی ، بے بسی اور کسم پرسی کے جال میں جکڑے ہوئے مجبور اور لاچار انسان بدحالی اور معاشرتی و معاشی ابتری کے نچلے درجے میں کلبلاتے اور تڑپتے دکھائی دیتے ہیں۔ سدرشن نے افسانوی ادب کے ذریعے اس تلخ حقیقت کا احساس دلایا کہ معاشرتی طبقاتی تقسیم اور عدم مساوات کا رجحان معاشرتی انصاف کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ معاشی آسودگی اور معاشرتی امن وسکون کے قیام کے لیے امیر وغریب کے فرق کو مٹانے اور ذات پات کے گھناؤنے تصوّر کو یک قلم موقوف کر دینے کا سبق دیا۔ انھوں نے معاشرتی انتشار ، طبقاتی تقسیم اور سماجی ناانصافیوں کو معاشی فریب کاریوں اور شعبدہ بازیوں کا منطقی نتیجہ قرار دیا۔اس معاشرتی تقسیم کی وجہ سے معاشرتی عدم مساوات جنم لیتی ہے جہاں مفلس ، بے بس غریب وسائل کی عدم دست یابی کی وجہ سے امیروں کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔سماجی ناانصافیوں اور معاشرتی طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں غریبوں پر ہونے والے جور وستم کو دیکھتے ہوئے سدرشن امید ویاس کے سنگم پر کھڑے حسرت بھرے انداز میں پرماتما سے پرارتھنا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا۔

سدرشن نے معاشرتی انتشار اور سماجی ناانصافیوں کا شکار گھریلو زندگی کی بے بسی اور لاچارگی کی بنا پر ایسی قابل رحم جور وستم کے ہاتھوں اپنی قسمت پر نوحہ خوانی کرتی ، نامساعد حالات کے رحم وکرم سے مجبور اپنی بدنصیبی کی فضاؤں میں اپنی تمنائیں ، خواہشات ،جذبات ،احساسات اور ارمان مریادائیں جلانے ، ناانصافیوں اور ظلم وتشدد کی ایسی بھیانک داستان "غم نصیب" افسانے کے حوالے سے بیان کی ہے جس کے دل دوز مناظر ، واقعات اور حقائق کو پڑھنے کی تاب لانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ گھریلو زندگی کی الم ناک کشیدگی کے نتیجے میں ابھرنے والے ماحول کے بھیانک پسِ منظر میں خاندانی حفظ مراتب کے حوالے سے شوہر ، ساس اور نند جیسے رشتوں کی شکل میں بننے والی تکون ، بیوی کے لیے گھریلو زندگی کو دشتِ ویراں کی طرح اندوہ ناک بنا دیتی ہے ، جہاں وہ اپنی حسرتوں اور آرزوؤں کا مزار ، ظلم وستم اور سماجی

ناانصافیوں کی پُر خار داری میں اپنے جلے ہوئے ارمانوں کی سوختہ کلیوں سے سجائے قسمت کی بھول بھلیوں کی تاریکیوں میں آنے والی امید کی کرنوں کی آس لگائے، کبھی نہ دکھائی دینے والے بہتے ہوئے آنسوؤں اور سسکیوں کو حرزِ جان بنائے بیٹھی ہے۔

پنڈت سدرشن نے اس دور کی معاشی استعماریت، سفّاکانہ نظام، عدم توازن کا شکار، عدم مساوات کی ظُلمتوں میں بسے جاگیر دارانہ اور دولت مندانہ نظام کی بدولت امیروں اور غریبوں کی معاشی اور سماجی ناانصافیوں میں ظلم و بربریت کی چیرہ دستیوں کا مشاہدہ کیا۔ نامساعد حالات، معاشی ناانصافیوں، معاشرتی کرب ناکیوں اور معاشی عدم مساوات کی بدولت دِلی جذبات افسانوی ادب کے روپ میں ان کے نوکِ قلم سے نکلے اور لفظی رنگ میں ڈھل کر کہانیوں اور قصوں کی شکل اختیار کر گئے۔ سدرشن نے غریبوں کی بے بسی، اہلِ ثروت کی بے حسی، عدم توازن کا شکار معاشی نظام کی وجہ سے معاشی عدم مساوات اور سماجی ناانصافیوں کے سفّاکانہ طرزِ عمل کے منطقی انجام کی محاکاتی انداز بیان کے ذریعہ اہل خرد کو ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا۔

جاگیر دارانہ استعماری رویے اور ان کے محرکات

سدرشن نے اپنے افسانوں میں امیروں اور غریبوں کے معاشی و معاشرتی تضادات کا ذکر کرتے ہوئے معاشی خلفشار، جاگیر دارانہ استعماری رویّوں پر تنقید کی اور ان محرکات کی نشان دہی کی جو طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے تباہ کن اثرات کا سبب تھے۔ ان اثرات کا انسانی ضروریات اور خواہشات پر گہرا اثر ہوا۔ ضروریات اور خواہشات کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ وسائل اور ذرائع محدود ہوتے چلے گئے۔ مستحکم اور مثالی معاشی نظام نہ ہونے کی وجہ سے مسائل اور مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور پیچیدہ عوامل رونما ہوتے چلے گئے۔ معاشی پیچیدگیوں اور دُشواریوں میں مزید اضافے کا رجحان پیدا ہوا، معاشی نظام میں عدم توازن، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور معاشی ذرائع کا نامناسب اور غیر صحت مندانہ استعمال، محنت اور سرمائے کے غیر معیاری امتزاج سے مزید غیر منطقی رجحانات اور غلط نتائج پر منتج ہوا۔ معاشی عدم توازن کی بناپر معاشرتی آسودگی اور بہبود کی بجائے معاشرتی انتشار کی وجہ نامناسب اور غیر حقیقت پسندانہ نظام ہائے معاشرت ظہور پذیر ہونے لگے جن میں جاگیر دارانہ اور دولت مندانہ نظام، سوقیانہ اور غیر حقیقت پسندانہ طرز عمل کی بناپر غیر مقبولیت کا درجہ اختیار کر گئے۔ ان غیر منطقی اور عدم توازن کا شکار روایات، نظریات اور تصورات کی افادیت لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی چلی گئی۔ پیداواری

صلاحیتیں اور مقداریں زوال پذیر ہوئیں۔ پیداواری مقدار اور صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے جاگیر داروں اور زمیں داروں نے کسانوں، کاشت کاروں اور مزدوروں کو مجبور کیا۔ پیداوار حاصل کرنے کے لیے غیر منطقی اور غیر مساوی طریقوں کو رواج دیا، جس کے نتیجے میں کسانوں، کاشت کاروں اور مزدوروں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ معاشی حالت کی ابتری کے ساتھ معاشرتی حیثیت بھی گھٹتی چلی گئی۔ ان کے حقوق سلب کر لیے گئے اور انھیں صرف فرماں برداری، خدمت اور وفاداری کا عملی ثبوت دینے کے لیے زندہ رکھا گیا۔ معاشرے کی جکڑ بندیوں میں گھرے کسانوں اور مزدوروں نے صنعتی ترقی کی وجہ سے تہذیب یافتہ شہروں کا رخ کر لیا، لیکن انھیں پیداواری صلاحیتوں کو صنعتی اداروں میں استعمال کرنے اور سرمایہ کمانے والے سرمایہ دارانہ طبقے کی چیرہ دستیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے مختصر اور محدود نجی ملکیت رکھنے والے غریبوں اور پس ماندہ طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک اور ظالمانہ وحشیانہ نظام سے واسطہ پڑا۔ ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لیے معاشرتی اقدار کو فراموش کر دیا گیا، منافع حاصل کرنے کے لیے اخلاقی اقدار اور اصول و ضوابط کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ معاشرے میں معاشی ابتری اور مالی بدحالی کی وجہ سے اخلاقی بے راہ روی پھیلنے لگی، اجرتوں اور حقوق کے حصول کے لیے طبقاتی کش مکش اور تصادم کی فضا پیدا ہو گئی۔ معاشرتی امن و سکون، خوش حالی اور مساوات کا خاتمہ ہو گیا۔ امارت اور دولت کے سائے میں غربت و افلاس کے سایے بڑھنے لگے۔ امیر اور سرمایہ دار عیش و عشرت کے مزے لوٹنے لگے، غریب بے بس اور افلاس کا شکار تنگ دستی اور بے چارگی کی بھٹی میں جلنے لگے۔

پنڈت سدرشن نے سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کے نتیجے میں جبر و استبداد کا شکار غریبوں، بے بسوں کی بے کسی کو اپنے افسانوں، کہانیوں اور قصوں میں اس قدر دردناک انداز میں بیان کیا کہ قارئین کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے اور آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔ وہ تمام عارضی اور انسانی نظریات اور تصورات کے نتیجے میں معاشی تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہوئے مثبت معاشرتی، معاشی اور مالی اصولوں اور نظریوں پر گام زن رہے۔ انھوں نے آفاقی ضابطوں کی پیروی کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے مذہبی عقائد کی روشنی میں جادۂ منزل طے کرنے کی تلقین کی، کیوں کہ اسی طرزِ عمل کی بدولت معاشرتی و معاشی خوش حالی اور آسودگی ممکن ہے۔

معاشرتی اور معاشی نظام کی بدولت معاشرے کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی ذہنی اور شعوری کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سرمایہ داروں، زمین داروں اور دولت مندوں کی ذہنی کیفیت اور عیش و عشرت کے طور طریقوں سے ان کی ذہنی اور شعوری حالت سے بخوبی آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ غریبوں مفلسوں اور بے کسوں کی تنگدستی، بے بسی اور بے کسی کی وجہ سے ان کی ذہنی پس ماندگی اور لاچارگی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سدرشن نے امیروں اور غریبوں کی ایسی ذہنی اور شعوری حالت کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا اور اس حالت میں پیدا ہونے والی سماجی ناانصافیوں اور عدم مساوات کی صورت حال کی مذمت کی۔ انھوں نے خواہشات کی تکمیل اندیشوں اور صداقتوں کا توازن برقرار رکھنے کے لیے مجبوریوں اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ دیا۔ مایوسی کی حالت میں وہم پرستی اور وسوسوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے حوصلے اور جرأت مندی کی تلقین کی۔ سراب جیسی کیفیتوں کا سامنا کرنے، غربت وافلاس کی سکونت پذیر ساعتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے کا سبق دیا۔ معاشرتی طبقاتی تقسیم اور معاشی عدم مساوات کے نتیجے میں صبر آزما لمحات سے عہدہ برآ ہونے کا درس دیا۔ گھریلو زندگی، تہذیبی اقدار، رشتہ داروں کے باہمی تعلقات، حفظ و مراتب کا خیال، عائلی زندگی کے شب و روز، چھوٹوں سے محبت، بڑوں کا احترام، بود و باش، خاطر مدارات کے سلیقے، شہری اور دیہی زندگی میں معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی اقدار کی پاس داری، طعام و قیام کی سرگرمیوں میں تہذیبی اور ثقافتی رنگ، غرض انسانی زندگی کی اقدار کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی پنڈت سدرشن کے افسانوی ادب میں دکھائی دیتی ہے۔

سدرشن کے افسانوں میں طبقاتی اور نفسیاتی تصادم کی جھلک

سدرشن کے افسانوں، کہانیوں، قصوں اور مختلف تحریروں میں جہاں معاشرتی زندگی کی تصویر کشی کی گئی ہے وہاں انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں، ذہنی و فکری کیفیات، خواہشات اور آرزوؤں کا اظہار بھی دکھائی دیتا ہے۔ نفسیاتی اور جذباتی تصورات کی ایک دنیا آباد نظر آتی ہے۔ دیہی و شہری زندگی کے انفرادی و اجتماعی مسائل، معاشرے کے طبقات میں تصادم کی کیفیت، جذبے اور جذباتیت کا برملا اظہار، خوشی اور غمی کی مختلف حالتوں میں ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی صلاحیتوں کا کردار، یہ سب کچھ سدرشن کے افسانوں میں وحدتِ تاثیر اور جاذبیت پیدا کرتا ہے۔ گھریلو زندگی کے مختلف کرداروں میں باہمی ربط، باہمی تعلقات اور ہم دردانہ جذبات، خواہشات اور آرزوؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ، انفرادی،

اجتماعی، معاشرتی اور کاروباری نفسیات کی مختلف کروٹیں، ان کے افسانوں کو بنیادی پلیٹ فارم عطا کرتی ہیں۔انھوں نے انسانی تعصّبات اور جذبات کی مختلف جِہتوں کو بیان کیا اور اپنے مقاصد کے اظہار کے لیے کام یاب فضا پیدا کی۔

اردو ادب میں عالمی ادب کی طرح مذہبی عقائد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔نثری اصناف مثلاً داستانوں ،افسانوں ،ڈراموں ،انشائیوں ،تنقیدی تحریروں اور عمومی نثری عبارتوں کے علاوہ ادبی حوالے اور اصلاحیں مذہبی تاثر میں رنگی دکھائی دیتی ہیں۔اسی طرح اصناف شعری مثلاً نظموں، غزلوں، مثنویوں، قصیدوں، رباعیوں، قطعوں، مثلثوں، مسدسوں، مرثیوں میں مذہبی حکایات، واقعاتِ پندونصائح، تلمیحوں، تشبیہوں، استعاروں، صنائع بدائع اور دیگر تاریخی تحریروں، مذہبی عقیدوں، حوالوں ،تصورات و نظریات کی وضاحتوں میں مذہب سے متعلق مبنی امور کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ شعری ونثری اصناف کے ذریعے معاشرتی، معاشی اور اخلاقی اقدار کی ترویج وتشریح کی جاتی ہے۔مقاصد کے اظہار اشاعت اور وضاحت کے لیے تحریر بہت اہمیت کی حامل ہے۔مذہبی مقاصد اور عقائد بھی تحریروں کے ذریعہ بیان کیے جاتے ہیں۔مذہبی عقائد،روایت اور حکایات کو سدرشن نے اپنے افسانوں کہانیوں اور قصوں میں حوالہ جاتی ادب کے طور پر بیان کیا اور مذہبی تصورات ورجحانات کا رنگ اجاگر کیا،ان کے افسانے مذہبی رنگ سے مزیّن دکھائی دیتے ہیں:

> "بدری ناتھ سدرشن نے اپنے موضوعات ہندو معاشرے سے حاصل کیے،انھوں نے صورتحال واقعہ کو برہمن کی نظر سے دیکھنے اور سماجی تبدیلی کو ہندو غلبے کی صورت میں دیکھنا پسند کیا، تاہم جب وہ انسانی معاشرے کی صادق قدروں کو افسانے کی بنت میں شامل کرتے تو ان کا تعصب دب جاتا۔ان کے افسانوں کی تعداد زیادہ اور تنوع کم ہے۔ پلاٹ کی تعمیر اور کرداروں کی تشکیل کے علاوہ سیاسی آدرش میں بھی وہ پریم چند کے مقلد ہی نظر آتے ہیں۔"(۸)

مذہبی روایات اور الوہی تصور کی عکاسی

سدرشن ہندومت کے پیروکار تھے، "رامائن"، "بھگوت گیتا" اور "ویدوں" کی تعلیمات سے ان کا دل سرشار تھا۔مذہبی روایات اور عقائد سے والہانہ لگاؤ کی روشنی میں انھوں نے افسانہ نگاری کا سفر جاری رکھا۔مذہبی روایات اور عقائد کی بنا پر ان کی تحریروں میں احترام انسانیت، حقوق العباد، معاشی اور معاشرتی یکسانیت، انسانی مساوات، نامناسب طبقاتی تقسیم، امیر وغریب کا فرق، دولت کی ہوس،

پسماندہ طبقے کے حقوق اور حقوقِ نسواں، ظاہری نمود و نمائش اور عدل و انصاف کے متوازن اور معتدل رویّوں سے ہم آہنگی اور اصلاح کی روایت ملتی ہے۔ وہ خدا کے وجود کے قائل تھے۔ان کے خیال کے مطابق خدا واحد ہے،ابدی ہے،اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا،وہ مختارِ کل ہے، قدیر ہے، حاکم ہے، زندگی دینے والا ہے، کائنات کا بادشاہ ہے۔ ہر مشابہت اور عدم مشابہت سے بالاتر ہے۔ کائنات میں ہونے والے تمام افعال کا سرچشمہ خدا ہے۔ کائنات کے تمام اجزا وجود رکھتے ہیں، اسی لیے انھیں موجودات کہا جاتا ہے، جب کہ ان کی وجودیت کی وجہ خدا ہے۔ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ہندومت کے عقائد کے مطابق خدا کو ایشور کہا جاتا ہے۔ تمام ظاہری اشیا اس واحد مطلق ،یعنی ایشور کی مختلف شکلیں ہیں۔ اگرچہ تمام موجودات اپنی انفرادیت کی شکل میں وجود پذیر دکھائی دیتی ہیں، لیکن یہ سب خدا کی ذات کا مظہر ہیں۔ درحقیقت خدا کا وجود ہی حقیقی ہے اور یہ تصور کہ صرف خدا ہی موجود ہے اور باقی تمام موجودات معدوم ہیں، الوہی تصوّر کی منطقی بنیاد ہے۔ سدرشن کی یہ تحریریں اور قصے ان کے کہانیوں کے مجموعے "چٹکیاں" میں موجود ہیں جو ان کے الوہی تصوّر کی مثالیں ہیں۔ ان تحریروں میں "بھگت کی بنتی سن بھگوان"، "تھینک یو"، "میں تیرا ہوں"، "تو کہاں ہے"، "غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا"، "کانٹے کی فریاد"، آل کھٹمل"، "سینٹری انسپکٹر"، "گلاب کا پھول کیا کہتا ہے"، "اک تیر پھینکتا جا او تیر کماں والے"، "باہر نکلو"، "باہر کے پٹ بند کر اندر کے کھول"، "ہم ہیں بالک پتا کے"، "پریت کی ریت"، "موت کی فلاسفی"، "اس کی مرضی"، "لیمپ اور پروانے کی دو دو باتیں"، "دیپ مالا کی رات"، "رام دل آرام"، "کالا آدمی"، "کر غریبوں پر دیا بھلا ہو گا"، "تاریکی کی پیدائش"، "بڑھ کا درخت"، "جب دنیا محبت کے رستے میں کھڑی ہو جاتی ہے"، خدا کے تصوّر کو بہت ہی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سدرشن نے خدا کے جلووں کو حقیقت مندانہ انداز میں بیان کیا اور وحدتُ الوجود کی مشابہت عمدہ طریقے سے واضح کی۔ انھوں نے اس تصوّر کو، کہ تمام موجودات معدوم اور صرف خدا کی ذات باقی ہے، اپنے افسانوں کی بنیاد بنایا، جس کی بدولت ان کے افسانے روحانیت اور الوہی تقدس کی مثال بن گئے۔

سدرشن نے اخلاقی اقدار کے بنیادی عناصر عدل و انصاف، معاشرتی تفاوت کا خاتمہ، ذہنی استقلال، تدبر و دانائی، حکمت، صبر و تحمل، معاشی مساوات و یکسانیت، احترام قانون، احترام انسانیت، اطاعتِ قانون، احساس و مروت، دوسروں کی عزت، جھوٹی شہرت سے اجتناب، سبق آموزی اور

عبرت آمیزی کی تلاش،ایثار وقربانی،اشاعت، صبر وبرداشت کا جذبہ اور حوصلے وجرأت مندی کی تلقین اوران تمام اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہونے کے بعد عملی نتائج کی منطقی تصویر دکھائی۔ان کے افسانوں میں احساسِ جُرمِ ندامت، عبرت ناکی اور سبق آموزی کی مؤثراور دل فریب عکاسی کی اثر پذیر تصویر دکھائی دیتی ہے۔اخلاقی اقدار اور روایات کی پاس داری سدرشن کی تعلیمات اور نظریات کی ترویج کی علامت ہے۔ ان کے کرداروں کی عملی ادائیگی میں ایثار وقربانی کے جذبے کی منطقی اور حقیقی رویوں کی بدولت بے بس اور مجبور انسانیت سے ہم دردی اور عاقبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔عاقبت نااندیشی کی بناپر ظاہری خوش حالی کی تقلید کرنے اور ناتجربہ کاری کی بناپر ناکام ہونے، چین وسکون کو قربان کردینے کی علامتی تنزلی اوردائمی آزمائش سے بچنے کے لیے امید، لگن، محبت، کوشش اوراخلاقی اقدار کی پاس داری کا رجحان عاقبت ناشناساؤں کے لیے سامان عبرت بن جاتا ہے۔سدرشن نے افسانوی ادب کے ذریعہ نتیجہ خیز عمل، مثبت کوشش، مقاصد کی تکمیل اور معاشرتی انصاف کے عملی وجود پر زور دیا۔

اخلاقی اقدار اور سبق آموزی کی دل فریب تصاویر

پنڈت سدرشن نے مصنوعی اور عارضی سماجی روایات کی نمود ونمائش سے اجتناب کرنے کی تلقین کی، مسائل اور وسائل کے علاوہ افعال واعمال میں مطابقت وتوازن پیدا کرنے کا مشورہ دیا۔انھوں نے کام یابی وکام رانی ازلی وحقیقی نام وری اور شہرت کے حصول کے لیے اخلاقی اقدار کی پیروی کی اہمیت کواجاگر کرتے ہوئے ایسے افعال واعمال کی ادائیگی پر زور دیا جن کی بدولت آزمائشوں اور ابتلاؤں، زندگی کے دشوار مرحلوں سے کام یابی اورکام رانی کے ساتھ گزرا جاسکتا ہے۔انھوں نے صبر، برداشت، تحمل اور قناعت کے اعلیٰ اصولوں سے تقویت ورہنمائی حاصل کرنے، استقامت ،ثابت قدمی، جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے اپنے مقاصد پر نظر رکھنے کا درس دیا۔اخلاقی اقدار اور سماجی انصاف کی ترویج واشاعت کے لیے قارئین میں شعوری بیداری اور حالات کا مثبت انداز میں جائزہ لیتے ہوئے اعمال کو درست سمت میں ادا کرتے رہنے اور منفی رویوں اور شعوری رجحان کے پیش نظر عدم توازن اور بے شعوری کی نامناسبت کے غیر منطقی نتائج کے اثرات سے محفوظ رہنے کا مشورہ دیا۔ نیز سبق آموزی اور عبرت ناک نتائج سے بچے رہنے کے لیے بامقصد اور مفید تحریروں اور افسانوں کا ایسا سلسلہ شروع کیاجوان کے کہانیوں اور قصوں کی مجموعوں "چندن"، "چٹکیاں" اور "بنگال بتیسی" میں شایع ہوئے۔

خلاصۂ بحث

ہندوستان ہمیشہ سے قصوں اور کہانیوں کی سرزمین رہا ہے۔ یہ دیوی دیوتاؤں کا جنم بھوم ہے، یہاں "مہابھارت" اور "رامائن" جیسے قصوں کہانیوں نے جنم لیا۔ عوام میں سینکڑوں سالوں سے اس کا رواج چلا آرہا تھا، لیکن یہ کہانیاں چوں کہ غیر حقیقی اور لوگوں کے اصلی حالات کو بیان کرنے سے قاصر تھیں اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ ایسا ادب تخلیق کیا جائے جو عوام کی حقیقی حالت کا عکاس ہو۔ جہاں اس میدان میں بہت سے نام سامنے آتے ہیں وہیں ایک بڑا نام "پنڈت سدرشن" کا بھی ہے۔

سدرشن نے کہانیوں، قصوں اور ڈراموں کے علاوہ افسانے بھی تحریر کیے اور یہی افسانے ان کی وجہ شہرت بنے۔ انھوں نے دیہی اور شہری زندگی کے مسائل، گھریلو معاملات، انفرادی زندگی کی الجھنیں، ماحولیاتی پیچیدگی اور طبقاتی تقسیم کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی ہوس ناکی اور عیش پسندی کے نتیجے میں ابھرنے والی بے رحمی کا پردہ بہادری سے چاک کیا۔ اِن شر انگیز مال داروں کا وہ بھیانک چہرہ دکھایا، جِسے دیکھ کر انسانیت لرز اٹھتی ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعے "چٹکیاں"، "چندن" اور "چشم وچراغ" اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تاریخ، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۴-۲۰۱۳ء، ص ۳۷۴

(۲) پروفیسر سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱۰

(۳) آغا محمد باقر، تاریخ نظم ونثر اُردو، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۶۰ء، ص ۲۳۸

(۴) مرزا زاہد حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت، اسلام آباد: دوست پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۵۵

(۵) پریم پال اشک، ہندوستانی سینما کے پچاس سال، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۴ء، ص ۶۵

(۶) عبدالقادر سروری، دنیائے افسانہ، حیدرآباد، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۶۴ء، ص ۲۴

(۷) پروفیسر سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، لاہور: الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۴

(۸) ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تاریخ، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۴-۲۰۱۳ء، ص ۳۷۴

❖❖❖